Open Access (**ISSN:** Print: 3106-8111/ Online: 3106-812X)
Al-Naza'ir Journal of Modern Religious Discourses (NJMRD)
Vol: 02, Issue: 01, 2026, Pages: 30-46 (Publishing Date: 30-June-2026)

عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک کذابینِ نبوت کا ارتقائی و تحقیقی جائزہ

The Evolution of False Claimants to Prophethood from the Prophetic Era to the Contemporary Period: A Research Study

1. Hafiza Nimra Farooq
M.phil scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore.
nimrameher8@gmail.com

2. Dr. Haris Mubeen
Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore.
haris.szic@pu.edu.pk

ABSTRACT

The doctrine of the Finality of Prophethood (Khatm al-Nubuwwah) is one of the fundamental beliefs of Islam, affirming that Prophet Muhammad (peace be upon him) is the last Prophet. Despite this established doctrine, numerous individuals have claimed prophethood from the Prophetic era to the present day. This study provides a historical and analytical examination of the major false claimants to prophethood, exploring the circumstances behind their emergence, the nature of their claims, and the responses of Muslim scholars and society. Employing a qualitative historical approach, the study concludes that these movements, though at times gaining temporary influence, ultimately failed due to their contradiction with the established Islamic belief in the Finality of Prophethood. The research highlights the recurring nature of this challenge in Islamic history while reaffirming the enduring significance of the doctrine of *Khatm al-Nubuwwah*. Furthermore, the study examines the theological, political, social, and psychological factors that contributed to the emergence and spread of false prophetic movements across different historical periods. It also analyzes the intellectual and doctrinal strategies employed by Muslim scholars to refute such claims and preserve the integrity of Islamic creed. By situating these movements within their respective historical contexts, the research provides a deeper understanding of the persistent challenge posed by false claimants to prophethood and underscores the continued relevance of safeguarding the doctrine of the Finality of Prophethood in contemporary Muslim societies.

Keywords: False Claimants to Prophethood, Khatm al-Nubuwwah, Finality of Prophethood, False Prophets, Prophetic Era,

عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جس کے مطابق حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس قطعی عقیدے کے باوجود عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک متعدد افراد نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے۔ اس تحقیق میں ان نمایاں مدعیانِ نبوت کا تاریخی اور تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں ان کے ظہور کے اسباب، دعووں کی نوعیت، اور علماءِ امت و مسلم معاشرے کے ردِ عمل کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ تاریخی و معیاری تحقیقی منہج کی روشنی میں یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اگرچہ بعض جھوٹے مدعیانِ نبوت کو عارضی اثر و رسوخ حاصل ہوا، لیکن عقیدۂ ختمِ نبوت کی

مضبوطی اور امتِ مسلمہ کے اجتماعی موقف کے باعث ان کی تمام تحریکیں بالآخر ناکام ہو گئیں۔ یہ تحقیق اسلامی تاریخ میں اس فتنے کے تسلسل کو واضح کرتے ہوئے عقیدۂ ختمِ نبوت کی دائمی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔

پہلا دور: عہدِ رسالت

یہ دور رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر مشتمل ہے، جس میں سب سے پہلے جھوٹے مدعیانِ نبوت سامنے آئے۔ ان افراد نے مختلف سیاسی، قبائلی اور ذاتی محرکات کے تحت نبوت کا دعویٰ کیا۔ اگرچہ ان کے دعوے وقتی طور پر بعض لوگوں کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوئے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی قیادت، وحیِ الٰہی کی رہنمائی اور صحابۂ کرامؓ کی ثابت قدمی کے باعث یہ تمام فتنے اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ اس دور کے نمایاں مدعیانِ نبوت میں اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد اور سجاح شامل ہیں جن کا تفصیلی جائزہ درج ذیل ہے۔

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کا اصل نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب تھا۔ وہ قبیلۂ بنو حنیفہ سے تعلق رکھتا تھا اور یمامہ کا باشندہ تھا۔ اس کی کنیتیں ابو ثمامہ اور ابو ہارون تھیں۔ مسیلمہ ذاتی وجاہت، قابلیت، فصاحت اور بلاغت میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، والدِ ماجد نبی کریم ﷺ، سے عمر میں بڑا تھا اور ان کی ولادت سے قبل "رحمانِ یمامہ" کے لقب سے معروف تھا[1]۔ جب قرآن کریم نازل ہوا اور قریش نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سنی تو ایک شخص نے کہا کہ اس میں رحمانِ یمامہ کا ذکر ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسیلمہ کا لقب "رحمان" عرب میں مشہور تھا[2]۔

دعویٰ نبوت

مسیلمہ وفدِ بنی حنیفہ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے جسارت کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ اسے اپنا جانشین مقرر فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے کھجور کی ٹہنی اٹھاتے ہوئے فرمایا: "اے مسیلمہ! اگر تم یہ ٹہنی بھی مانگو تو نہ دوں گا[3]۔"

جب وہ بارگاہِ نبوی ﷺ سے مایوس ہوا تو یمامہ واپس جا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں کو باور کرایا کہ حضور ﷺ نے اسے نبوت میں شریک کر لیا ہے[4]۔ رحال بن عنفوہ نے ــــ جسے حضور ﷺ نے سمجھانے بھیجا تھا، اُلٹا مسیلمہ کی تائید کی اور بنو حنیفہ میں گواہی دی کہ محمد ﷺ خود فرماتے تھے کہ مسیلمہ نبوت میں میرا شریک ہے۔ اس پر پوری قوم مرتد ہو گئی۔ مسیلمہ نے ایک نئی شریعت ترتیب دی جس میں شراب کو حلال، زنا کو مباح، نماز میں رکوع و سجود ختم اور روزے کے نظام کو تبدیل کیا۔ اس نے حضور ﷺ کو خط لکھا: "سرزمین کا نصف ہمارا اور نصف قریش کا ہے۔" آپ ﷺ نے جوابی مکتوب میں اسے "مسیلمہ کذاب" لکھا[5]۔

انجام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار جنگجو تھے جبکہ اسلامی لشکر تیرہ ہزار پر مشتمل تھا۔ عقرباء کے میدان میں فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ آخرکار حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے نیزہ مار کر مسیلمہ کو واصلِ جہنم کیا۔ یہ معرکہ جنگِ یمامہ (۱۱ھ / ۶۳۳ء) کے نام سے تاریخ میں محفوظ ہے[6]۔ اس جنگ میں چالیس ہزار مرتدین ہلاک ہوئے اور ایک ہزار سے زائد صحابہ و تابعین ــــ جن میں سات سو حفاظِ کرام شامل تھے ــــ شہادت سے سرفراز ہوئے[7]۔

سجاح بنت حارث

سجاح بنت حارث بن ضوید عتفانی بعض روایات میں سوید بن یربوع کی دختر قبیلۂ بنی تمیم میں پیدا ہوئی اور عراقِ عرب کے علاقے میں پلی بڑھی۔ وہ مذہباً عیسائی، انتہائی فصیح، بلند حوصلہ اور اپنے زمانے کی مشہور کاہنہ تھی۔ جدتِ طبع، صلابتِ رائے اور خطابت میں اسے نمایاں مقام حاصل تھا[8]۔

دعویٰ نبوت

جونہی نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر عام ہوئی، سجاح نے نبوت اور وحیِ الٰہی کا دعویٰ کر دیا۔ سب سے پہلے قبیلۂ بنو تغلب نے اس کی نبوت تسلیم کی۔ ہذیل بن عمران، بنو تغلب کے سردار، نے عیسائیت چھوڑ کر اسے مان لیا۔ اس کے بعد سجاح نے مسجّع عبارتوں میں خطوط لکھ کر تمام قبائلِ عرب کو دعوت دی، جس کے نتیجے میں کئی سردار اسلام سے منحرف ہو گئے[9]۔

سجاح نے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا، تاہم مالک بن نویرہ نے اسے سمجھایا کہ وہ ابھی مسلمانوں سے نہیں لڑ سکتی۔ اس پر اس نے یمامہ پر حملے کا رخ کیا—جہاں مسیلمہ کذاب کا مرکز تھا—اور سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر مسیلمہ سے معاہدہ اور نکاح کر لیا۔ مسیلمہ نے مہر کے طور پر اعلان کروایا کہ حضور ﷺ پانچ نمازیں لائے تھے، اب "رب العزت" نے سجاح کے مہر میں عشاء اور فجر معاف کر دیں۔ یہ وہ وقت تھا جب مسیلمی مذہب کے باطل اثرات ایک نئی سمت اختیار کر رہے تھے۔

انجام

نکاح کے واقعے کے بعد سجاح کے بہت سے پیروکار بدظن ہو کر اس سے الگ ہو گئے اور اس کی طاقت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔ وہ قبیلۂ بنو تغلب میں چلی گئی جہاں وہ پرسکون زندگی گزارنے لگی[10]۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب بنو تغلب کو بصرہ میں آباد کیا گیا تو سجاح نے اپنی پوری قوم کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ وہ کمال پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزار کر اسی حالتِ اسلام میں دنیا سے رخصت ہوئی اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی[11]۔

اسود عنسی

اسود کا اصل نام عبہلہ بن کعب بن عوف العنسی تھا۔ وہ سیاہ فام ہونے کی وجہ سے "اسود" کہلایا۔ قبیلۂ عنس، جو مذحج کی شاخ ہے، سے تعلق رکھتا تھا اور یمن کے ایک مقام "کہفِ خیار" میں پیدا ہوا۔ وہ شعبدہ بازی اور کہانت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا، اور شیریں کلامی اور تحمل کی وجہ سے عوام جلد اس کے فریب میں آ جاتے تھے[12]۔ اسے دو القاب سے یاد کیا جاتا ہے: "ذوالخمار" (اوڑھنی والا) اس لیے کہ وہ ہمیشہ چادر اوڑھ کر رہتا، اور "ذوالحمار" اس لیے کہ اس کے پاس ایک مُدرّب گدھا تھا جو اس کے اشاروں پر سجدہ، بیٹھنا اور کھڑا ہونا کرتا تھا—جسے وہ معجزے کے طور پر پیش کرتا تھا[13]۔

دعویٰ نبوت

اسود نے عہدِ رسالت ﷺ میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ دو سونے کے کنگن ہیں اور پھونک مارنے پر وہ اُڑ گئے — آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو کذاب ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے: ایک اسودِ عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب[14]۔ اسود نے سب سے پہلے نجران فتح کیا اور وہاں کے اسلامی عمال کو نکال دیا۔ پھر صنعاء پر حملہ کر کے شہر بن باذان کو شہید کیا اور یمن کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔ اس نے ہمارے نبی ﷺ کو خط لکھا جس میں اپنی اراضی واپس مانگی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو علاقہ چھوڑنا پڑا۔ غرض سارا یمن اس کے اقتدار میں آ گیا[15]۔

انجام

جب اسود اقتدار پر قابض ہوا تو اس کی تواضع غرور و انانیت میں بدل گئی۔ اس کے سپہ سالار قیس بن عبد یغوث نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر اسود کے خلاف سازش کی۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے رات کو نقب لگا کر محل میں داخل ہوئے۔ اسود کے مؤکل (شیطان) نے اسے خبردار کیا تو فیروز نے اس کی گردن مروڑ کر توڑ ڈالی اور پھر حشنس نے سر تن سے جدا کر دیا[16]۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بذریعۂ وحی اسی رات یہ خبر ہو گئی اور صبح صحابہ

کو فرمایا: "آج رات اسود مارا گیا۔" جب صحابہ نے قاتل کا نام پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فیروز! ایک بابرکت خاندان کا فرد۔" یمن کے اسلامی عمال بحال ہوئے اور صنعاء میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی امارت پر اتفاق ہوا[17]۔

طلیحہ اسدی

طلیحہ بن خویلد بن نوفل الاسدی قبیلۂ بنو اسد سے تھا، جو نواحِ خیبر میں آباد تھا۔ یہ عہدِ جاہلیت میں اپنے قبیلے کا معزز سردار اور اسلام لانے کے بعد بھی ایک اہم شخصیت تھا، مگر کچھ مدت کے بعد مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا[18]۔

دعویٰ نبوت

طلیحہ نے عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی سمیراء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور جھوٹی وحی والہام کی باتیں پھیلانے لگا۔ اس نے اپنی نئی شریعت میں نماز کو صرف قیام تک محدود کر دیا اور رکوع و سجود کو حذف کرتے ہوئے کہا کہ "خدائے بے نیاز مونہوں کی خاک پر رگڑنے سے مستغنی ہے۔" اس نے دعویٰ کیا کہ جبریل امینؑ ہر وقت اس کے پاس آتے اور اسے مشورے دیتے ہیں اور وہ "ذوالنون" نامی فرشتے سے وحی پاتا ہے[19]۔

اس نے اپنے عم زاد بھائی حبال کو مدینہ بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نبوت کی دعوت دے۔ حبال نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی گستاخانہ انداز میں بات کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خدا تمہیں ہلاک کرے۔" چنانچہ حبال حالتِ ارتداد میں قتل ہوا[20]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد طلیحہ کے پیروکاروں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر زکوۃ کو معاف کرانے کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "واللہ! اگر وہ اونٹ کی ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں تو میں ان سے جہاد کروں گا[21]۔"

انجام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بزاخہ کے مقام پر طلیحہ کا سامنا کیا۔ جنگ کے دوران طلیحہ کمبل میں لپٹ کر جھوٹی وحی کا انتظار کرنے لگا جبکہ مجاہدینِ اسلام نے اس کی چالیس ہزار فوج کو شکست دی۔ جب طلیحہ کے سپہ سالار عیینہ بن حصن کو یقین ہو گیا کہ طلیحہ جھوٹا ہے تو اس نے علی الاعلان طلیحہ کو کذاب قرار دے دیا اور لشکر بکھر گیا[22]۔ طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ بعد میں اس نے توبہ کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں شام سے حج کے لیے آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اس کے جھوٹے کلام کا حساب لیا تو طلیحہ نے کہا: "یہ کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جسے اسلام نے معدوم کر دیا ہے۔" طلیحہ نے اسلام پر خوب ثابت قدمی دکھائی اور مسلمان فوج میں خدمات انجام دیں[23]۔

دوسرا دور: عہدِ خلافت و مابعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی مختلف ادوار میں بعض افراد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اگرچہ ان کے حالات، مقاصد اور طریقۂ کار پہلے دور سے مختلف تھے، تاہم ان کا بنیادی مقصد مذہبی اور سیاسی اثر و رسوخ حاصل کرنا تھا۔ اس دور میں مسلم حکمرانوں اور علماء نے ان فتنوں کا علمی، فکری اور عملی سطح پر مقابلہ کیا، جس کے نتیجے میں یہ تحریکیں زیادہ دیر قائم نہ رہ سکیں۔

مختار بن ابو عبید ثقفی

مختار بن ابو عبید ثقفی کے والد ابو عبید بن مسعود ثقفی جلیل القدر صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوتے تھے۔ مختار اگرچہ اہل علم کے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا تاہم اس کا ظاہر باطن سے متغائر اور اعمال تقویٰ سے عاری تھے۔ ابتداء میں وہ خارجی مذہب رکھتا اور اہل بیت سے بغض رکھتا تھا—اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی، حاکمِ مدائن، کو مشورہ دیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں تاکہ جاہ و منصب ملے۔ حضرت سعد نے جواب دیا: "خدا تجھ پر لعنت کرے، کیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند پر حملہ کروں؟[24]"

واقعۂ کربلا کے بعد مختار نے سیاسی موقع شناسی سے کام لیا اور اہل بیت کی محبت کا ڈھونگ رچا کر قاتلانِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام کے نعرے کے ساتھ ایک بڑا لشکر جمع کیا۔ اس نے کوفہ اور دیگر علاقوں پر تسلط جمایا اور آرمینا، موصل اور مدائن میں اپنے گورنر مقرر کیے[25]۔

دعویٰ نبوت

مختار کے حلقے میں پیروانِ ابن سبا اور غالی شیعہ جمع ہو گئے جو چاپلوسی میں ماہر تھے۔ انہوں نے اسے اس درجہ سراہا کہ اس کے دل میں غرور وانانیت کے جراثیم پیدا ہو گئے اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اپنے خطوط پر نام سے پہلے "رسول اللہ" لکھنا شروع کیا اور کہتا تھا: "میرے پاس جبریل امین آتے ہیں اور اللہ کی ذات میرے جسم میں حلول کیے ہوئے ہے[26]۔" جب احنف بن قیس نے اسے کذاب کہا تو مختار نے خط میں جواب دیا: "مجھ سے پہلے انبیاء ورسل کو بھی جھٹلایا گیا تھا، اگر مجھے کاذب سمجھا گیا تو کیا ہوا۔" حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مختار کے دعویٰ وحی پر فرمایا: "سچ کہتا ہے، ایسی وحی کی خبر اللہ نے قرآن میں دی ہے: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ﴾"۔

مختار نے فریب دہی کی غرض سے ایک من گھڑت الہام بھی تیار کیا جس میں اسماء بن خارجہ کا گھر جلنے کی "پیشگوئی" کی، پھر رات کو اپنے آدمی سے وہ گھر جلوا دیا اور مریدوں میں شیخی مارنے لگا کہ آسمان سے آگ نازل ہوئی۔ اسی طرح لشکر کے پیچھے کبوتر چھوڑ کر یہ ڈھونگ رچایا کہ فرشتے مدد کو آئے ہیں[27]۔

انجام

جب مختار کے دست راست ابراہیم بن اشتر کو نبوت کے دعوے کا علم ہوا تو وہ الگ ہو گیا، جس سے مختار کمزور پڑ گیا۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے کوچ کر کے کوفہ پر حملہ کیا۔ حرورا کے مقام پر شکست کے بعد مختار بیس ہزار میں سے صرف آٹھ ہزار کے ساتھ قصر امارت میں محصور ہو گیا[28]۔ چار ماہ کے محاصرے کے بعد جب اس نے باہر نکل کر لڑنے کی ترغیب دی تو صرف اٹھارہ آدمی تیار ہوئے۔ انہی اٹھارہ کے ساتھ نکل کر مختار ۱۳ رمضان ۶۷ھ کو مارا گیا[29]۔

حارث کذاب دمشقی

حارث بن عبد الرحمٰن بن سعید دمشقی پہلے ابو جلاس عبدی قریشی کا مملوک تھا۔ آزادی کے بعد اس نے سخت زاہدانہ زندگی اختیار کی۔ بقدرِ ضرورت کھانا، کم نیند، کم گفتگو اور مسلسل عبادت۔ تاہم وہ کسی مرشدِ کامل کی صحبت میں نہ آیا اور یہی وجہ بنی کہ شیطان اس کا رہنما بن گیا۔ اس نے خود اپنے باپ کو خط لکھا کہ مجھے عجیب چیزیں دکھائی دے رہی ہیں، خدشہ ہے کہ شیطانی نہ ہوں لیکن باپ نے الٹا اسے اس راہ پر ڈال دیا[30]۔ خارق عادت اعمال کے ذریعے ہزاروں افراد اس کے آستانے پر آنے لگے۔ پتھر پر انگلی مار کر تسبیح پڑھواتا، گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے میوے کھلاتا، اور مضافاتِ دمشق سے گھوڑوں پر سوار خوبصورت "فرشتے" دکھاتا جو دراصل جنات تھے[31]۔

دعویٰ نبوت

جب اس کے استدراجی کمالات کی شہرت دور تک پھیلی تو دمشق کے ایک رئیس قاسم بن بخیم نے سوال کیا: "تم کس بات کے مدعی ہو؟" حارث نے بے دھڑک کہا: "میں نبی اللہ ہوں۔" قاسم نے کہا: "اے دشمنِ خدا! تو جھوٹا ہے، خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔" قاسم نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کو اطلاع دی تو اس نے گرفتاری کا حکم جاری کیا، لیکن حارث بھاگ کر بیت المقدس پہنچ گیا[32]۔ بیت المقدس میں وہ خفیہ طریقے سے اپنی جماعت بڑھاتا رہا یہاں تک کہ ایک بصری نے اعتماد حاصل کر کے خلیفہ کو اس کی چھپنے کی جگہ بتا دی[33]۔

انجام

چالیس فرغانی سپاہیوں کے ساتھ بصری نے حارث کی قیام گاہ پر چھاپہ مارااور اسے ایک خفیہ طاق سے نکال کر زنجیروں میں جکڑا۔ دمشق کی طرف لے جاتے ہوئے حارث نے قرآنی آیت پڑھی تو زنجیریں ٹوٹ گئیں جو شیطانی مدد تھی[34]۔ خلیفہ عبد الملک کے سامنے پیش ہوااور نبوت کا اقرار کیا۔ پہلی بار نیزہ کارگر نہ ہوا، مریدوں نے کہا نبی کو ہتھیار نہیں لگتا، لیکن جب محافظ نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا تو حارث زخمی ہو کر واصلِ جہنم ہوا۔ یہ سنہ ۶۹ھ کا واقعہ ہے۔[35]

مغیرہ بن سعید عجلی

مغیرہ بن سعید عجلی فرقۂ مغیریہ کا بانی تھا جو غلاۃِ روافض کی ایک شاخ ہے۔ وہ خالد بن عبد اللہ قسری، والی کوفہ، کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت امام محمد باقرؒ کی وفات کے بعد پہلے امامت اور پھر نبوت کا مدعی ہوا[36]۔ سحر و جادو میں اسے کامل مہارت حاصل تھی اور وہ غیب دانی کا بھی دعویٰ کرتا تھا—ایک بار اس نے بتایا کہ فلاں شخص نے اپنی خادمہ کو دو درہم کی مچھلی خریدنے بھیجا ہے یہ جاسوسی کی ایک مثال تھی[37]۔

دعویٰ نبوت

مغیرہ کا دعویٰ تھا کہ وہ اسمِ اعظم جانتا ہے اور اس کے ذریعے مردوں کو زندہ اور لشکروں کو شکست دے سکتا ہے۔ وہ کہتا: "اگر میں قوم عاد و ثمود کو زندہ کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔" مقابر میں جا کر ساحرانہ کلمات پڑھتا تو ٹڈیوں کی طرح چھوٹے جانور قبروں پر اڑتے دکھائی دیتے[38]۔ اس کے عقائد انتہائی کفریہ تھے: اللہ کو نور کا انسانی پیکر قرار دیا، اللہ کے جسم کو انسانی اعضاء سے تشبیہ دی اور کہا کہ اللہ نے اپنے پسینے سے دو دریا جاری کیے—ایک سے شیعہ اور دوسرے سے کفار پیدا ہوئے۔ وہ تمام صحابۂ کرام کو سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند ساتھیوں کے کافر کہتا تھا[39]۔

انجام

جب خالد بن عبد اللہ قسری کو مغیرہ کے دعویٰ نبوت کی اطلاع ہوئی تو اس نے ۱۱۹ھ میں اسے اور اس کے چھ مریدوں کو گرفتار کیا۔ مغیرہ نے اپنے دعوے کا کھلے عام اقرار کیا۔ خالد نے سرکنڈوں کے گٹھے اور نفط منگوائے۔ مغیرہ کو گٹھا اٹھانے پر مجبور کیا گیا، پھر اس پر نفط ڈال کر آگ لگا دی گئی اور وہ زندہ جل کر راکھ ہو گیا[40]۔

بیان بن سمعان تمیمی

بیان بن سمعان تمیمی مغیرہ بن سعید کا معاصر تھا اور فرقۂ بیانیہ جو غلاۃِ روافض کی شاخ ہے اسی کا پیروکار ہے۔ وہ تناسخ، حلول اور ربوبیت کا مدعی تھا— کہتا تھا کہ "اللہ کی روح انبیاء و آئمہ سے گزرتی ہوئی ابو ہاشم عبد اللہ بن حنفیہ میں پہنچی اور وہاں سے میری ذات میں آ گئی[41]۔"

دعویٰ نبوت

بیان کہتا تھا کہ اسمِ اعظم کے ذریعے وہ زہرہ ستارے کو بلا سکتا ہے۔ اس نے حضرت امام محمد باقرؒ کو بھی اپنی نبوت کی دعوت دیتے ہوئے خط لکھا: "میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے۔" امام نے قاصد کو خط نگلنے کا حکم دیا، وہ نگل گیا اور فوراً مر گیا[42]۔ علامہ عبد القاہر بغدادیؒ نے لکھا: "فرقۂ بیانیہ ملتِ اسلام سے خارج ہے کیونکہ یہ لوگ بیان کو معبود یقین کرتے ہیں[43]۔"

انجام

بیان مغیرہ کے ساتھ گرفتار ہوا۔ جب مغیرہ جل کر خاک ہو چکا تو خالد نے بیان سے کہا: "تم نے دعویٰ کیا تھا کہ اسمِ اعظم سے لشکر شکست دیتے ہو ابھی مجھے اور میرے لشکر کو ہزیمت دو!" بیان کچھ نہ بول سکا اور آخر کار اسے بھی زندہ جلا دیا[44]۔

صالح بن طریف البرغواطی

صالح بن طریف مغربِ اقصیٰ (موجودہ مراکش) کے بربر قبائل سے تعلق رکھتا تھا[45]۔ اس کے والد طریف نے ۷۴۰ء میں میسرہ الخفیر کی قیادت میں امویوں کے خلاف بربر بغاوت میں حصہ لیا۔ صالح نے اپنے والد سے ایک سیاسی و مذہبی تحریک کا ورثہ پایا اور تامسنہ کے ساحلی علاقے کو اپنی بنیاد بنایا۔ مؤرخین میں اس کے نسب کے بارے میں اختلاف ہے— بعض اسے یہودی النسل کہتے ہیں جبکہ جدید محققین اسے بربر قبیلہ بقواتہ سے مانتے ہیں[46]۔

دعویٰ نبوت

صالح نے ۱۲۵ھ (۷۴۴ء) کے قریب نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا طریقہ کار منظم اور سیاسی طور پر ہوشیارانہ تھا۔ اس نے بربر زبان (تماشق) میں ایک "قرآن" لکھا جس میں اسّی سورتیں تھیں۔ اس کا دعویٰ تھا کہ قرآنِ کریم عربوں کے لیے نازل ہوا تھا جبکہ وہ بربروں کا نبی ہے—"الواری واری" یعنی "وہ جن کے بعد کوئی نہیں"[47]۔ اس نے نماز کے اوقات بدلے (دس وقت)، رمضان کی جگہ رجب کے روزے مقرر کیے اور مرغی اور انڈہ حرام قرار دیا[48]۔

انجام

صالح کا ذاتی انجام تاریخی مصادر میں واضح نہیں۔ روایات کے مطابق وہ ۴۷ سال کی عمر میں غائب ہو گیا۔ البتہ اس کی تحریک صدیوں تک قائم رہی۔ برغواطہ ریاست نے مراکش کے ساحل پر ۷۴۴ء سے ۱۰۵۸ء تک حکومت کی[49]۔ مرابطین کے راہنما عبداللہ بن یاسین نے ۱۰۵۸ء میں ان کے خلاف جہاد کیا اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ آخر کار ۱۱۴۹ء میں الموحدین نے انہیں بحیثیت سیاسی و مذہبی جماعت ختم کر دیا[50]۔

ابو عیسیٰ اسحاق الاصفہانی

ابو عیسیٰ اسحاق بن یعقوب الاصفہانی آٹھویں صدی عیسوی میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ وہ یہودی کمیونٹی سے تعلق رکھتا تھا اور ابتداً ایک سادہ درزی تھا۔ یہودی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق وہ اَن پڑھ تھا تاہم اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے معجزاتی طور پر کتابیں تصنیف کیں[51]۔

دعویٰ نبوت

ابو عیسیٰ کے دعوے کا وقت متنازع ہے۔ قرقسانی کے مطابق یہ عبد الملک بن مروان (۶۸۴–۷۰۵ء) کے دور میں ہوا، جبکہ شہرستانی کے مطابق یہ سلسلہ مروان ثانی (۷۴۴–۷۵۰ء) سے شروع ہوا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ مسیح کی آمد سے پہلے پانچ قاصد آئیں گے اور وہ ان میں سے آخری ہے[52]۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ دونوں کی نبوت تسلیم کی مگر کہا کہ وہ صرف اپنی اپنی قوموں کے لیے تھے یہودیوں کے لیے نہیں۔ اس نے طلاق حرام کی، نمازیں سات مقرر کیں اور گوشت و شراب ممنوع قرار دیا[53]۔

انجام

ابو عیسیٰ نے اموی خلیفہ کے خلاف مسلح بغاوت کی۔ فیصلہ کن معرکہ رے (قدیم راگا، موجودہ تہران کے قریب) کے مقام پر ہوا[54]۔ یہودی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق اس معرکے میں ابو عیسیٰ مارا گیا اور اس کے پیروکار مکمل طور پر شکست کھا گئے۔ البتہ اس کے بعض پیروکاروں کے نزدیک وہ ایک غار میں چھپ گیا اور آخری انجام معلوم نہ ہو سکا۔ اس کی جماعت "عیساویہ" کئی صدیوں تک قائم رہی[55]۔

استاد سیس خراسانی

استاد سیس ایک ایرانی ہر طبقی تحریک کا راہنما تھا۔ بعض مؤرخین کے مطابق وہ خراسان کا گورنر رہا۔ وہ ابو مسلم خراسانی کا پیروکار تھا جسے عباسیوں نے قتل کیا تھا—اس قتل کے بعد خراسان میں جو متعدد بغاوتیں اٹھیں ان میں سے ایک استاد سیس کی بغاوت بھی شامل تھی[56]۔

دعویٰ نبوت

استاد سیس نے آٹھویں صدی کے وسط میں خراسان کے مشرقی حاشیے پر نبوت کا دعویٰ کیا اور بادغیس کے پہاڑی علاقے کو اپنی ابتدائی بنیاد بنایا۔ اس کا مذہب اسلام اور ایرانی زرتشتی عناصر کا ملغوبہ تھا کہتا تھا کہ ابو مسلم خراسانی کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ اس کا طریقہ مذہبی جذبات کو سیاسی بغاوت کے ساتھ ملانا تھا[57]۔

انجام

طبری کے مطابق استاد سیس کے ساتھ تین لاکھ مسلح پیروکار شامل تھے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے جنرل جہور بن مرار العجلی کو ایک بڑی فوج دے کر بھیجا اور شدید معرکے میں استاد سیس کو بھاری شکست ہوئی۔ وہ طبرستان کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا جہاں مقامی حکمران نے اسے قتل کر کے سر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ وفات ۱۳۸ھ / ۷۵۶ء[58]۔

اسحاق اخرس

اسحاق اخرس ایک یہودی مدعیٔ نبوت تھا جو ابو عیسیٰ اصفہانی کا جانشین بنا۔ "اخرس" کا معنی "گونگا" ہے۔ وہ عیساویہ تحریک سے منسلک تھا۔ بعض مؤرخین نے اسے "یودگان" سے الگ شخصیت قرار دیا ہے[59]۔

دعویٰ نبوت

اسحاق اخرس نے آٹھویں صدی کے اواخر یا نویں صدی کے اوائل میں ایران میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا دعویٰ ابو عیسیٰ کی روایت کا تسلسل تھا۔ اس نے ابو عیسیٰ کے عقائد کو مزید وسعت دی۔۔۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت قبول کی لیکن انہیں صرف اپنی اپنی قوموں کا نبی قرار دیا۔ کہتا تھا اسلام کی موجودہ شکل میں تحریف ہو چکی ہے اور وہ اصل دین کی بحالی کے لیے آیا ہے۔ شہرستانی نے اسے "یودگانیہ" فرقے کا بانی قرار دیا ہے[60]۔

انجام

اسحاق اخرس کی تحریک زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ مسلمان حکام نے اس کے خلاف کارروائی کی اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے پیروکار منتشر ہو گئے۔ تاریخی مصادر میں اس کا مختصر ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی تحریک نسبتاً قلیل مدت تک رہی[61]۔

عبداللہ بن میمون القداح

عبداللہ بن میمون القداح اسماعیلیہ تحریک کے اہم ترین نظریاتی معمار تھا۔ اس کا تعلق خوزستان (جنوبی ایران) سے تھا۔ اس کا والد میمون بھی ایک گمراہ فرقے کا پیروکار تھا۔ اس نے تیسری صدی ہجری کے اوائل میں اسماعیلی تحریک کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اس میں خفیہ درجات قائم کیے۔ اس کی تحریک کا ظاہری لبادہ اسلام کا تھا لیکن باطن ثنویت اور مانوی نظریات پر مبنی تھا[62]۔

دعویٰ نبوت

عبداللہ بن میمون نے براہ راست نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خود کو امام اور حجت قرار دیا جس کا قول و فعل وحی کے برابر ہے۔ اس نے ایک خفیہ تبلیغی نظام بنایا جس میں ابتدائی درجات میں اسلامی تعلیمات دی جاتیں لیکن اعلیٰ درجات میں پتہ چلتا کہ ظاہری شریعت کی کوئی اہمیت نہیں[63]۔ اس نے داعیوں کو ہدایت دی: "مسلمانوں سے کہو ہم حضرت علی سے محبت رکھتے ہیں، یہودیوں سے کہو موسیٰ کے پیروکار ہیں، زرتشتیوں سے کہو آتش پرستوں کے حامی ہیں[64]۔"

انجام

عبداللہ بن میمون کی موت قدرتی طور پر ہوئی لیکن اس کی تحریک نے بعد میں قرامطہ اور فاطمی خلافت کو جنم دیا جنھوں نے مسلم دنیا میں عظیم فتنے برپا کیے[65]۔ اس کے فکری جانشینوں نے صدیوں تک اسلام کے خلاف سازشیں کیں اور اسلامی معاشرے میں گہری دراڑیں ڈالیں[66]۔

علی بن محمد (صاحب الزنج)

علی بن محمد بن عبد الرحیم عربی النسل تھا۔ اس نے ۲۵۵ھ میں جنوبی عراق میں ایک بہت بڑی مسلح بغاوت برپا کی جو تاریخ میں "فتنۂ زنج" کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے پہلے علوی ہونے کا دعویٰ کیا، پھر خوارج کی طرف جھکاؤ ظاہر کیا اور اپنی تحریک کو مذہبی رنگ دینے کے لیے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے افریقی غلاموں (زنج) کو اکٹھا کیا جو بصرہ اور واسط کے نمک کی کانوں میں انتہائی ظالمانہ حالات میں کام کر رہے تھے اور انہیں آزادی اور مساوی حقوق کا لالچ دے کر اپنی فوج میں شامل کیا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ سب سے بڑے فتنوں میں سے ایک تھا[67]۔

دعویٰ نبوت

علی بن محمد نے اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ اسے الٰہی راہنمائی حاصل ہے اور آسمان سے اس سے خطاب ہوتا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خاص طور پر ظلم و جبر کے خاتمے کے لیے بھیجا ہے۔ اس نے خوارج کے نظریات کو بنیاد بناتے ہوئے کہا کہ موجودہ خلافت غیر اسلامی ہے اور اس کے خلاف جہاد فرض ہے۔ اس نے اپنے آپ کو مہدی بھی کہلوایا اور اپنے پیروکاروں سے وعدہ کیا کہ اللہ انہیں دنیا کی حکومت عطا کرے گا[68]۔

جغرافیائی پھیلاؤ اور انجام

یہ فتنہ جنوبی عراق کے علاقوں بصرہ، واسط، اہواز اور خوزستان میں ۲۵۵ھ سے ۲۷۰ھ تک پندرہ سال جاری رہا۔ طبری نے اس کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں۔ عباسی خلیفہ المعتمد نے اپنے بھائی موفق کی قیادت میں زبردست فوج روانہ کی۔ ۲۷۰ھ میں علی بن محمد کو شکست ہوئی اور وہ معرکے میں مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر سامرا بھیجا گیا[69]۔

حمدان بن اشعث قرمط

حمدان بن اشعث جسے قرمط کہا جاتا تھا کوفہ میں رہنے والا ایک کسان تھا۔ تیسری صدی ہجری کے آخر میں وہ اسماعیلی داعی حسین الاہوازی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسماعیلی تحریک میں شامل ہوا اور پھر خود اس کا ایک بڑا داعی بن گیا۔ نوبختی نے اپنی کتاب "فرق الشیعۃ" میں لکھا ہے کہ اسی کے نام سے قرامطہ کا فرقہ مشہور ہوا[70]۔

دعویٰ اور تعلیمات

حمدان قرمط نے اپنے آپ کو صاحبُ الزمان اور اللہ کا خاص نمائندہ قرار دیا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو باور کرایا کہ موجودہ شریعت ظاہر ہے اور اصل باطن ہے جو اسے معلوم ہے۔ اس نے نماز، روزہ اور دیگر ارکانِ اسلام کو ظاہری قرار دے کر ختم کر دیا۔ اس کی تحریک میں اجتماعی مال کا اشتراک بھی شامل تھا۔

انجام

حمدان قرمط کا انجام مبہم ہے۔ بعض روایات کے مطابق جب اسماعیلی امام کی سیاست سے اختلاف ہوا تو وہ تحریک سے الگ ہو گیا اور کچھ روایات کے مطابق اسے قتل کیا گیا۔ اس کا فرقہ قرامطہ بہت طاقتور ہو گیا اور ۳۱۷ھ میں انہوں نے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے حجرِ اسود اکھاڑ کر لے گئے[71]۔

علی بن الفضل القرمطی الیمنی

تعارف اور دعویٰ

علی بن فضل یمن کا ایک داعی تھا جس نے یمن میں قرامطہ کی تحریک پھیلائی۔ وہ تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی کے آغاز میں سرگرم رہا۔ اس نے آخر کار نبوت کا کھلم کھلا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ شریعت محمدیہ ﷺ منسوخ ہو چکی ہے۔ اس نے شراب کو حلال قرار دیا، زنا کو جائز ٹھہرایا اور نماز روزے کو ساقط کر دیا۔ اس نے ایک خود ساختہ قرآن بھی لکھا۔ ابنِ خلدون نے اپنی مقدمہ میں ان واقعات کا ذکر کیا ہے[72]۔

انجام

یمن میں ۲۸۹ تا ۳۰۳ھ تک یہ فتنہ جاری رہا۔ آخر کار علی بن فضل ۳۰۳ھ میں ایک معرکے میں مارا گیا اور اس کی موت کے ساتھ یمن میں قرامطہ کی طاقت ٹوٹ گئی[73]۔

حامیم بن من اللہ

تعارف اور دعویٰ

حامیم بن من اللہ مغرب (موجودہ مراکش) کا ایک شخص تھا جس نے چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ برغواطہ کے فتنے سے متاثر تھا اور اسی روایت کو آگے بڑھانے کی کوشش کر تا رہا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ بربر قوم کے لیے اللہ کا خاص رسول ہے۔ اس نے بربر زبان میں عبادات کے نئے طریقے بتائے اور عربی شریعت کو بربروں کے لیے غیر موزوں قرار دیا۔ مسلم فوجوں نے اس کے خلاف جہاد کیا اور حامیم اسی معرکے میں مارا گیا[74]۔

ابو القاسم احمد بن قسی

ابو القاسم احمد بن قسی اندلس کا ایک صوفی تھا جس نے دعویٰ کیا کہ اسے ولایت سے بڑھ کر نبوت کا مرتبہ حاصل ہے۔ اس نے "خلع النعلین" نامی کتاب لکھی جس میں صوفیانہ تفسیر کے ذریعے دعویٰ کیا کہ وہ روحانی مرتبے میں انبیاء کے برابر یا ان سے بالا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو قطبُ الوجود اور مہدی قرار دیا۔ ابنِ عربی نے اس کی کتاب پر تعلیقات لکھی ہیں جو اس دور کے فکری ماحول کی عکاسی کرتی ہیں۔

انجام

ابنِ قسی ۵۴۶ھ میں موحدین سے اختلاف کے بعد اپنے ہی مریدوں کے ہاتھ سے قتل ہوا[75]۔

حسین بن حمدان الخصیبی (بانی فرقہ نصیریہ)

تعارف اور تعلیمات

حسین بن حمدان الخصیبی علوی یا نصیری فرقے کی اہم ترین شخصیت تھی۔ وہ جوخا (جنوبی عراق) میں پیدا ہوئے اور انہوں نے شیعہ غلو کو ایک منظم مذہب کی صورت دی جو بعد میں نصیریہ یا علویہ کے نام سے مشہور ہوا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الوہیت کا درجہ دیا اور انہیں اللہ کا ظہور قرار دیا۔ انہوں نے تناسخِ ارواح کا عقیدہ رکھا اور باطنی تفسیر کے ذریعے اسلامی شریعت کی ظاہری پابندی کو ختم کر دیا۔

انجام

خصیبی کی طبعی موت ۳۵۸ھ میں حلب میں ہوئی۔ تاہم ان کا فرقہ آج تک زندہ ہے اور موجودہ شام کی علوی آبادی انہی کی تعلیمات کی پیروکار ہے[76]۔

تیسرا دور: عصرِ حاضر

جدید دور میں مدعیانِ نبوت کی نوعیت اور حکمتِ عملی میں نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آتی ہے۔ اس دور میں بعض افراد نے مذہبی تعبیرات، تنظیمی ڈھانچے، ذرائع ابلاغ اور سیاسی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دعووں کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ تاہم عقیدۂ ختمِ نبوت پر امتِ مسلمہ کے اجماع، علماء کی علمی کاوشوں اور قانونی اقدامات نے ان تحریکوں کی حقیقت کو واضح کیا۔ اس دور میں مرزا غلام احمد قادیانی سمیت دیگر معاصر مدعیانِ نبوت کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی

خاندانی پس منظر اور ابتدائی زندگی

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۵ء یا بقول بعض ۱۸۳۹ء کو ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندانی شجرہ مغل نسل سے ملتا تھا۔ ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ ایک معمولی جاگیر دار تھے جن کی جاگیر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کی مدد کی وجہ سے محفوظ رہی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے "مرزا قادیانی اور اس کا مذہب" میں ان حقائق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے [77]۔

دعوے کا آغاز اور ارتقاء

مرزا غلام احمد کے دعوے کا آغاز ایک مرحلہ وار عمل تھا: ابتداء میں ۱۸۸۲ء میں انہوں نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ" میں خود کو مجدد کے طور پر پیش کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۹۰۱ء میں صریح طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور غیر متبعین کو کافر قرار دینا شروع کیا۔ ۱۹۰۷ء میں انہوں نے "حقیقۃ الوحی" میں دعویٰ کیا کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے [78]۔

علمائے اسلام کا موقف

مرزا غلام احمد کے دعاوی کے خلاف اسلامی علماء نے بھرپور علمی مزاحمت کی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جو ابتداء میں ان کے حامی تھے انہوں نے بھی ان کے خلاف فتویٰ صادر کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیوبند کے علماء نے ان کے کفر پر اجماع کیا۔ ۱۸۹۳ء میں لدھیانہ میں مناظرہ ہوا جو مرزا صاحب کی ناکامی پر ختم ہوا [79]۔

انجام

مرزا غلام احمد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف بد دعا مانگی تھی کہ جھوٹے کی موت پہلے ہو — مولانا ثناء اللہ ۱۹۴۸ء تک زندہ رہے اور مرزا صاحب پہلے فوت ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد جماعت احمدیہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی: قادیانی (جو مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں) اور لاہوری (جو انہیں مجدد سمجھتے ہیں) [80]۔

سید علی محمد شیرازی الباب

تعارف اور دعویٰ

سید علی محمد شیرازی ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۴ء میں انہوں نے پہلی بار دعویٰ کیا کہ وہ اثنا عشری شیعوں کے غائب بارہویں امام کا "باب" (دروازہ) ہیں۔ بعد میں انہوں نے دعوے کو بڑھاتے ہوئے خود کو مستقل نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور "بیان" نامی کتاب لکھی جسے وہ قرآن کی جگہ پیش کرتے تھے۔ محمد حسین زین الدین نے "الشیعۃ فی المیزان" میں اس فرقے کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے [81]۔

انجام

ایرانی حکومت اور شیعہ علماء نے ان کے دعوے کو کفر قرار دیا۔ ۱۸۵۰ء میں تبریز میں انہیں پھانسی دی گئی۔ ان کی لاش کو بہائی پیروکار بعد میں اسرائیل لے گئے جہاں حیفا میں مدفون ہیں [82]۔

میرزا حسین علی نوری بہاء اللہ

تعارف اور دعویٰ

میر زا حسین علی نوری جو بہاء اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے، ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء کو تہران میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۳ء میں بغداد میں باغِ رضوان میں انہوں نے اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ وہ وہ موعود ہیں جن کے آنے کی بشارت باب نے دی تھی[83]۔ انہوں نے بالآخر خدا کا ظہور ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی تعلیمات کو "بہائی مذہب" کی شکل دی۔ احمد الکاتب نے "تطور الفکر السیاسی الشیعی" میں اس فرقے کی تاریخ کا تجزیہ کیا ہے[84]۔

انجام

بہاء اللہ کو ایرانی حکومت کی درخواست پر عثمانی خلافت نے جلاوطن کیا اور وہ عکا (فلسطین) میں قید رہے۔ ۲۹ مئی ۱۸۹۲ء کو وفات ہوئی۔ بہائی مذہب اس وقت دنیا کے ۱۹۰ سے زائد ممالک میں پھیلا ہوا ہے[85]۔

محمد احمد المہدی السوڈانی

تعارف اور دعویٰ

محمد احمد ابن عبد اللہ ۱۲ اگست ۱۸۴۴ء کو سوڈان کے جزیرہ لبب میں دریائے نیل پر پیدا ہوئے۔ انہوں نے سامانیہ صوفی سلسلے میں بیعت کی۔ ۱۸۸۱ء میں انہوں نے مہدی ہونے کا اعلان کیا اور عثمانی خلافت کی مصری حکومت کے ظلم کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا۔ ۱۸۸۵ء میں انہوں نے خرطوم فتح کر لیا۔ المکین جرجس نے "تاریخ المسلمین" میں اس واقعے کی تفصیلات درج کی ہیں[86]۔

انجام

محمد احمد محض چند ماہ بعد ۲۲ جون ۱۸۸۵ء کو ٹائیفس بخار سے وفات پا گئے۔ ان کے بعد خلیفہ عبد اللہی التعیشی نے اقتدار سنبھالا لیکن ۱۸۹۸ء میں اومدرمان کی جنگ میں کچل دیا گیا[87]۔

رشاد خلیفہ

تعارف اور دعویٰ

رشاد خلیفہ ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو مصر کے شہر میت غمر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایریزونا سٹیٹ یونیورسٹی سے بائیوکیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے آخر میں رشاد خلیفہ نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور انہیں الہامی وحی ملتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ قرآن کریم کی سورۃ التوبہ کی آخری دو آیات (۱۲۸ اور ۱۲۹) قرآن کا حصہ نہیں ہیں—یہ انتہائی گمراہ کن دعویٰ تھا۔ انہوں نے سنتِ نبوی کو بھی رد کر دیا اور صرف قرآن کریم کو دینی مصدر قرار دیا[88]۔

انجام

۳۱ جنوری ۱۹۹۰ء کو رشاد خلیفہ کو ان کی مسجد میں چاقو مار کر قتل کر دیا گیا۔ ان کے قتل کے بعد ان کی تحریک کمزور پڑ گئی لیکن اب بھی انٹرنیٹ پر ان کے پیروکار موجود ہیں[89]۔

ریاض احمد گوہر شاہی

تعارف اور دعویٰ

ریاض احمد گوہر شاہی ۲۵ نومبر ۱۹۴۱ء کو ضلع سرگودھا کے گاؤں دھوڑیال میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہیں مہدی بنایا گیا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے چاند، سورج اور مختلف پتھروں پر اپنی تصویر نظر آنے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ الٰہی نشانیاں ہیں۔ پاکستان میں علماء

نے ان کے خلاف فتوے جاری کیے اور حکومت نے توہینِ رسالت کا مقدمہ درج کیا۔ وہ ملک سے فرار ہو گئے اور برطانیہ میں پناہ لی۔ ان کی جماعت "منہاج الحق" یا" گوہر شاہی مشن" کے نام سے مشہور ہوئی۔ پاکستانی عدالتوں نے ان کی کتابوں کو ضبط کیا اور ان کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہے[90]۔

خلاصہ بحث

عہدِ رسالت سے لے کر عصرِ حاضر تک کا یہ ارتقائی جائزہ اس حقیقتِ ابدی کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیتا ہے کہ دعوائے نبوت کا فتنہ کوئی اتفاقی یا وقتی مظہر نہیں، بلکہ یہ ایک منظم اور تاریخی سلسلہ ہے جو مختلف ادوار میں مختلف شکلیں اختیار کرتا رہا ہے۔ مسیلمہ کذاب سے لے کر باب و بہاء تک، اسود عنسی سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک—ہر دور کے مدعیانِ نبوت نے اگرچہ اپنے دعوؤں کا لباس بدلا، اپنی اصطلاحات تراشیں اور اپنے زمانے کی سیاسی، سماجی و فکری کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا، تاہم امتِ مسلمہ نے ہر دور میں قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ان فتنوں کا منہ توڑ جواب دیا اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کو اپنا دینی فریضہ سمجھا۔ آج کے دور میں جب جدید ذرائع ابلاغ، سوشل میڈیا اور فکری انتشار نے ان فتنوں کو نئی زندگی اور وسیع ترمیدان فراہم کر دیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ علمائے کرام، محققین اور عوام الناس سب مل کر عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کو نہ صرف علمی و فکری محاذ پر بلکہ تعلیمی و تربیتی سطح پر بھی یقینی بنائیں، کیونکہ یہ عقیدہ دینِ اسلام کی اساس اور امتِ مسلمہ کے وجود کی لازمی شرط ہے—اور جو قوم اپنے عقیدے کی پاسبانی نہ کرے، تاریخ اسے معاف نہیں کرتی۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، **البدایۃ والنہایۃ**، بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۷ھ، ۶/۳۱۵–۳۱۶

[2] الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، **تاریخ الرسل والملوک**، تحقیق: محمد أبو الفضل إبراہیم، القاہرۃ: دار المعارف، ۱۹۶۷م، ۳/۲۷۳

[3] الواقدی، **کتاب الردۃ**، تحقیق: یحیی الجبوری، بیروت، دار الغرب الإسلامی، ۱۹۹۰م، ۵۳–۵۵

[4] الترمذی، محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ، الامام، **سنن الترمذی وھو جامع الکبیر**، کتاب الفتن، باب ماجآء لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، ج:4، ص:499، رقم الحدیث:2219

[5] ابن ہشام، عبد الملک، ابو محمد، **السیرۃ النبویۃ**، تحقیق: مصطفی السقا وآخرون، القاہرۃ: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ، ۴/۲۴۱–۲۴۲

[6] ابن الأثیر، عزالدین علی، ابو الحسن، **الکامل فی التاریخ**، بیروت: دار صادر، ۱۳۸۵ھ، ۲/۳۵۸–۳۶۳

[7] البلاذری، احمد بن یحییٰ، ابو الحسن، **فتوح البلدان**، تحقیق: رضوان محمد رضوان، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ، ۱۱۷–۱۱۸

[8] الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۳/۲۸۸–۲۸۹

[9] ابن حزم الأندلسی، **جمہرۃ أنساب العرب**، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ، ۲۰۶–۲۰۷

[10] ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۶/۳۲۵–۳۲۶

[11] ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، ابو الفضل، **الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ**، بیروت: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ ۴/۲۷۹

[12] الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۳/۲۲۵–۲۲۷

[13] ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، ابو زید، **تاریخ ابن خلدون** (المسمی بکتاب العبر)، بیروت: مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، ۱۳۹۱ھ، ۲/۱۷–۲۷

[14] البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الامام، ***صحیح البخاری***، تحقیق: مصطفی دیب البغا، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، جلد 4، کتاب المغازی، باب **وفد بني حنيفة وحديث ثمامة بن أثال**، رقم الحدیث:4373

[15] الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۳/۲۲۸–۲۳۵

[16] ابن سعد، ابو عبد اللہ، **الطبقات الکبریٰ**، بیروت: دار صادر، ۱۴۰۵ھ، ۵/۵۳۴–۵۳۶

[17] ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۶/۳۰۸–۳۱۳

[18] ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۲/۳۴۲

[19] أبو الفداء الحموی، **البدایۃ والنہایۃ**، تحقیق: فواز، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ، ۶۵–۶۶

[20] الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۳/۲۴۸–۲۵۵

[21] ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، ۵/۵۴۵–۵۴۶

[22]ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۲/۳۴۴–۳۴۸

[23]ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۶/۳۳۳–۳۳۸

[24]ایضاً۸/۲۶۴–۲۶۷

[25]الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۶/۱–۱۵

[26]ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج:۴ ص ۲۴–۲۵۰

[27]ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، ج:۵ ص:۵۴۰–۵۴۲۔

[28]الطبری، **تاریخ الرسل والملوک** ص:۱۰۱–۱۰۷

[629]ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۸/۲۸۹–۲۹۳۔

[30]ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۹/۳–۵

[31]ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، ابو العباس، **الفرقان بین أولیاء الرحمن وأولیاء الشیطان**، القاہرۃ: المطبعۃ السلفیۃ، ۱۳۵۵ھ، ۶۳–۶۵

[32]الذہبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، **سیر أعلام النبلاء**، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ، ۴/۲۵۶–۲۵۸

[33]ابن حجر العسقلانی، **لسان المیزان**، ۲/۱۵۰–۱۵۱

[34]الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۶/۱۸۲–۱۸۵

[35]ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۴/۳۱۴–۳۱۵

[36]الشہرستانی، محمد بن عبد الکریم، ابو الفتح، **الملل والنحل**، تحقیق: محمد سید کیلانی (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۰۴ھ)، ۱/۱۷۵–۱۷۷

[37]البغدادی، عبد القاہر بن طاہر، ابو منصور، **الفرق بین الفرق**، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، القاہرۃ: مکتبۃ محمد علی صبیح، ۱۳۶۷ھ، ۲۳۵–۲۳۸

[38]الأشعری، ابو الحسن، علامہ، **مقالات الإسلامیین**، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۱۱ھ، ۱/۷۸–۸۱

[39]ابن حزم الأندلسی، علی بن احمد، ابو محمد، الامام، **الفصل فی الملل والأہواء والنحل**، القاہرۃ: مکتبۃ الخانجی، ۱۳۴۷ھ، ۴/۱۸۰–۱۸۲

[40]الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۷/۸۷–۸۹

[41]الشہرستانی، **الملل والنحل**، ۱/۱۷۸–۱۸۰

[42]البغدادی، **الفرق بین الفرق**، ۲۳۸–۲۴۱

[43]الأشعری، **مقالات الإسلامیین**، ۱/۸۱–۸۳

[44]ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۵/۱۶۸–۱۷۰

[45]ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، ۶/۲۸۱–۲۸۵

[46]البکری، عبد اللہ بن عبد العزیز، **المسالک والممالک**، تحقیق: ادریان فان لیوفن، بیروت: دار الغرب الإسلامی، ۱۹۹۲م، ۲/۸۵۳–۸۵۵

[47]ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، ۶/۲۸۵–۲۸۸

[48]ابن عذاری، احمد بن محمد، ابو العباس، **البیان المغرب**، تحقیق: ج. س. کولان وی. لیوی بروفنسال، بیروت: دار الثقافۃ، ۱۴۰۰ھ، ۱/۴۶–۴۸

[49]ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۹/۲۸–۳۰

[50]ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، ۶/۲۹۰–۲۹۲

[51]الشہرستانی، **الملل والنحل**، ۱/۲۱۵–۲۱۷

[52]ابن حزم الأندلسی، **الفصل فی الملل والأہواء والنحل**، ۱/۹۹–۱۰۱۔

[53]القرقسانی، یعقوب بن اسحٰق، ابو یوسف، **کتاب الأنوار والمراقب**، تحقیق: Leon Nemoy، نیویارک: مکتبۃ ألکسندر کوہوت، ۱۹۳۹م، ۱/۱۲–۱۵

[54]الشہرستانی، **الملل والنحل**، ۱/۲۱۷–۲۱۹

[55]ابن حزم الأندلسی، **الفصل فی الملل والأہواء والنحل**، ۱/۱۰۱–۱۰۲

[56]الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۸/۱۴۴–۱۴۷

[57]ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۵/۴۹۸–۵۰۰

[58]الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، ۸/۱۴۸–۱۵۲۔

[59]الشہرستانی، **الملل والنحل**، ۱/۲۱۹–۲۲۱

[60] ابن حزم الأندلسی، **الفصل فی الملل والأھواء والنحل**، ۱/ ۱۰۲–۱۰۳

[61] الشہرستانی، **الملل والنحل**، ۱/ ۲۲۰–۲۲۱

[62] الطحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، **شرح مشکل الآثار**، مؤسسۃ الرسالۃ، 1428، ، ۲۸۲–۲۸۶

[63] الشہرستانی، **الملل والنحل**، ۱/ ۱۹۱–۱۹۵

[64] ابن حزم الأندلسی، **الفصل فی الملل والأھواء والنحل**، ۴/ ۱۸۴–۱۸۷

[65] ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۷/ ۲۳۵–۲۳۸

[66] البغدادی، **الفرق بین الفرق**، ۲۸۶–۲۹۰

[67] ابن اثیر، **الکامل فی التاریخ**، ۷: ۳۹۸–۴۱۵

[68] الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، تحقیق ۹: ۴۲۳–۵۸۸

[69] ایضاً

[70] النوبختی، الحسن بن موسی، **فرق الشیعہ**، تحقیق: ہلموت ریتر، استانبول: مطبعۃ الدولۃ، ۱۹۳۱ء، ص ۷۸–۸۵

[71] ایضاً

[72] ابن خلدون، **مقدمۃ ابن خلدون**، ص ۱۸۶–۱۹۲

[73] ایضاً

[74] رفیق دلاوری، **آئمہ تلبیس**، الٰہ آباد، ایوان کمپنی، 1984، ص: 135

[75] ابن عربی، محیی الدین، **فتوحات المکیہ**، تحقیق: عثمان یحیی، القاہرۃ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء، ۲: ۵۰۱–۵۰۹

[76] الاشعری، **مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین**، ۱: ۸۵–۱۰۲

[77] امر تسری، ثناء اللہ، **مرزا قادیانی اور اس کا مذہب**، امر تسر: اہلِ حدیث پریس، ۱۹۰۶ء، ص ۱۵–۴۲

[78] مرزا بشیر الدین محمود احمد، **سیرت المہدی**، قادیان، احمدیہ پریس، ۱۹۳۵ء، ۱: ۱۵

[79] محمد انور شاہ کشمیری، **اکفار الملحدین فی ضروریات الدین**، لاہور: المکتبۃ القادریۃ، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء، ص ۳۳–۷۸

[80] مرزا غلام احمد، **حقیقۃ الوحی**، قادیان، ۱۹۰۷ء، ص ۱۰۷

[81] زین الدین، محمد حسین، **الشیعہ فی المیزان**، بیروت: دار الزہراء، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء، ص ۲۶۷–۲۸۵

Brill, 1992, 53:Leiden)**The Sources for Early Babi Doctrine and History**,[82] Denis MacEoin

Some Contemporary Western Accounts (Oxford: George:1944–1844,**ReligionsThe Babi and Baha'i,**[83] Moojan Momen
,p,182‹Ronald, 1981

[84] الکاتب، احمد، **تطور الفکر السیاسی الشیعی من الشوری الی ولایۃ الفقیہ**، بیروت: دار الجدید، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۲–۲۱۰

Row, &Harper:The Emerging Global Religion (San Francisco:**The Baha'i Faith**,MartinWilliam S. Hatcher and J. Douglas[85]
1984

[86] المکین، جرجس، **تاریخ المسلمین**، طبعۃ اوروبیۃ، بیروت: منشورات عویدات، ۱۹۷۲ء، ۳: ۴۱۸–۴۳۵

Gordon and the Fall of Khartoum London: John Murray, 1996, 211:**The Dervish Wars**,Robin Neillands[87]

Misguided Messenger (Tucson: Islamic Center, 1989), 4:Khalil Ahmad Khalil, Rashad Khalifa[88]

[89] محمد شفیع، مفتی، **جواہر الفقہ**، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۱۹۸۵ء، ۱: ۱۷۲

[90] پاکستان پینل کوڈ، دفعہ ۲۹۵–سی، اور تفصیل: رپورٹ وزارتِ مذہبی امور، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء

Transliterated references:

1. Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar Abū al-Fidāʾ, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah* (Beirut: Dār al-Fikr, 1407 AH), 6:315–316.
2. al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr Abū Jaʿfar, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, ed. Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1967), 3:273.
3. al-Wāqidī, *Kitāb al-Riddah*, ed. Yaḥyā al-Jubūrī (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1990), 53–55.

4. al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā Abū ʿĪsā, *Sunan al-Tirmidhī wa Huwa al-Jāmiʿ al-Kabīr*, Kitāb al-Fitan, Bāb Mā Jāʾa Lā Taqūm al-Sāʿah Ḥattā Yakhruja Kadhdhābūn, vol. 4, p. 499, Ḥadīth no. 2219.
5. Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik Abū Muḥammad, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, ed. Muṣṭafā al-Saqqā et al. (Cairo: Maktabat wa Maṭbaʿat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1375 AH), 4:241–242.
6. Ibn al-Athīr, ʿIzz al-Dīn ʿAlī Abū al-Ḥasan, *al-Kāmil fī al-Tārīkh* (Beirut: Dār Ṣādir, 1385 AH), 2:358–363.
7. al-Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyā Abū al-Ḥasan, *Futūḥ al-Buldān*, ed. Riḍwān Muḥammad Riḍwān (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1403 AH), 117–118.
8. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 3:288–289.
9. Ibn Ḥazm al-Andalusī, *Jamharat Ansāb al-ʿArab* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1403 AH), 206–207.
10. Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, 6:325–326.
11. Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī Abū al-Faḍl, *al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah* (Beirut: Dār al-Jīl, 1412 AH), 4:279.
12. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 3:225–227.
13. Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad Abū Zayd, *Tārīkh Ibn Khaldūn (Kitāb al-ʿIbar)* (Beirut: Muʾassasat al-Aʿlamī li al-Maṭbūʿāt, 1391 AH), 2:71–72.
14. al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl Abū ʿAbd Allāh, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, ed. Muṣṭafā Dīb al-Bughā (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1407 AH/1987 CE), vol. 4, Kitāb al-Maghāzī, Bāb Wafd Banī Ḥanīfah wa Ḥadīth Thumāmah ibn Uthāl, Ḥadīth no. 4373.
15. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 3:228–235.
16. Ibn Saʿd, Abū ʿAbd Allāh, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, 1405 AH), 5:534–536.
17. Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, 6:308–313.
18. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 2:342.
19. Abū al-Fidāʾ al-Ḥamawī, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, ed. Fawwāz (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415 AH), 65–66.
20. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 3:248–255.
21. Ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, 5:545–546.
22. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 2:344–348.
23. Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, 6:333–338.
24. Ibid., 8:264–267.
25. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 6:1–15.
26. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 4:240–250.
27. Ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, 5:540–542.
28. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 101–107.
29. Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, 8:289–293.
30. Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*, 9:3–5.
31. Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm Abū al-ʿAbbās, *al-Furqān bayna Awliyāʾ al-Raḥmān wa Awliyāʾ al-Shayṭān* (Cairo: al-Maṭbaʿah al-Salafiyyah, 1355 AH), 63–65.
32. al-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad Abū ʿAbd Allāh, *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ*, ed. Shuʿayb al-Arnaʾūṭ (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1405 AH), 4:256–258.
33. Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, *Lisān al-Mīzān*, 2:150–151.
34. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 6:182–185.
35. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 4:314–315.
36. al-Shahrastānī, Muḥammad ibn ʿAbd al-Karīm Abū al-Fatḥ, *al-Milal wa al-Niḥal*, ed. Muḥammad Sayyid Kaylānī (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1404 AH), 1:175–177.
37. al-Baghdādī, ʿAbd al-Qāhir ibn Ṭāhir Abū Manṣūr, *al-Farq bayna al-Firaq*, ed. Muḥammad Muḥyī al-Dīn ʿAbd al-Ḥamīd (Cairo: Maktabat Muḥammad ʿAlī Ṣubayḥ, 1367 AH), 235–238.
38. al-Ashʿarī, Abū al-Ḥasan, *Maqālāt al-Islāmiyyīn*, ed. Muḥammad Muḥyī al-Dīn ʿAbd al-Ḥamīd (Beirut: al-Maktabah al-ʿAṣriyyah, 1411 AH), 1:78–81.
39. Ibn Ḥazm al-Andalusī, ʿAlī ibn Aḥmad Abū Muḥammad, *al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal* (Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1347 AH), 4:180–182.
40. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 7:87–89.
41. al-Shahrastānī, *al-Milal wa al-Niḥal*, 1:178–180.
42. al-Baghdādī, *al-Farq bayna al-Firaq*, 238–241.
43. al-Ashʿarī, *Maqālāt al-Islāmiyyīn*, 1:81–83.
44. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 5:168–170.
45. Ibn Khaldūn, *Tārīkh Ibn Khaldūn*, 6:281–285.
46. al-Bakrī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-ʿAzīz, *al-Masālik wa al-Mamālik*, ed. Adrian van Leeuwen (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1992), 2:853–855.
47. Ibn Khaldūn, *Tārīkh Ibn Khaldūn*, 6:285–288.

48. Ibn ʿIdhārī, Aḥmad ibn Muḥammad Abū al-ʿAbbās, *al-Bayān al-Mughrib*, ed. G. S. Colin and E. Lévi-Provençal (Beirut: Dār al-Thaqāfah, 1400 AH), 1:46–48.
49. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 9:28–30.
50. Ibn Khaldūn, *Tārīkh Ibn Khaldūn*, 6:290–292.
51. al-Shahrastānī, *al-Milal wa al-Niḥal*, 1:215–217.
52. Ibn Ḥazm al-Andalusī, *al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal*, 1:99–101.
53. al-Qirqisānī, Yaʿqūb ibn Isḥāq Abū Yūsuf, *Kitāb al-Anwār wa al-Marāqib*, ed. Leon Nemoy (New York: Alexander Kohut Memorial Foundation, 1939), 1:12–15.
54. al-Shahrastānī, *al-Milal wa al-Niḥal*, 1:217–219.
55. Ibn Ḥazm al-Andalusī, *al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal*, 1:101–102.
56. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 8:144–147.
57. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 5:498–500.
58. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 8:148–152.
59. al-Shahrastānī, *al-Milal wa al-Niḥal*, 1:219–221.
60. Ibn Ḥazm al-Andalusī, *al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal*, 1:102–103.
61. al-Shahrastānī, *al-Milal wa al-Niḥal*, 1:220–221.
62. al-Ṭaḥāwī, Aḥmad ibn Muḥammad Abū Jaʿfar, *Sharḥ Mushkil al-Āthār* (Muʾassasat al-Risālah, 1428 AH), 282–286.
63. al-Shahrastānī, *al-Milal wa al-Niḥal*, 1:191–195.
64. Ibn Ḥazm al-Andalusī, *al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal*, 4:184–187.
65. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 7:235–238.
66. al-Baghdādī, *al-Farq bayna al-Firaq*, 286–290.
67. Ibn al-Athīr, *al-Kāmil fī al-Tārīkh*, 7:398–415.
68. al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa al-Mulūk*, 9:423–588.
69. Ibid
70. al-Nawbakhtī, al-Ḥasan ibn Mūsā, *Firaq al-Shīʿah*, ed. Helmut Ritter (Istanbul: Maṭbaʿat al-Dawlah, 1931), 78–85.
71. Ibid
72. Ibn Khaldūn, *Muqaddimat Ibn Khaldūn*, 186–192.
73. Ibid
74. Rafīq Dalāwarī, *Aʾimmah Talbīs* (Allahabad: Aiwān Company, 1984), p. 135.
75. Ibn ʿArabī, Muḥyī al-Dīn, *al-Futūḥāt al-Makkiyyah*, ed. ʿUthmān Yaḥyā (Cairo: al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah li al-Kitāb, 1405 AH/1985 CE), 2:501–509.
76. al-Ashʿarī, *Maqālāt al-Islāmiyyīn wa Ikhtilāf al-Muṣallīn*, 1:85–102.
77. Thanāʾ Allāh Amritsarī, *Mirzā Qādiyānī aur Us kā Madhhab* (Amritsar: Ahl-i Ḥadīth Press, 1906), 15–42.
78. Mirzā Bashīr al-Dīn Maḥmūd Aḥmad, *Sīrat al-Mahdī* (Qadian: Aḥmadiyyah Press, 1935), 1:15.
79. Muḥammad Anwar Shāh Kashmīrī, *Ikfār al-Mulḥidīn fī Ḍarūriyyāt al-Dīn* (Lahore: al-Maktabah al-Qādiriyyah, 1422 AH/2001 CE), 33–78.
80. Mirzā Ghulām Aḥmad, *Ḥaqīqat al-Waḥy* (Qadian, 1907), p. 107.
81. Zayn al-Dīn Muḥammad Ḥusayn, *al-Shīʿah fī al-Mīzān* (Beirut: Dār al-Zahrāʾ, 1399 AH/1979 CE), 267–285.
82. Denis MacEoin, *The Sources for Early Babi Doctrine and History* (Leiden: Brill, 1992), p. 53.
83. Moojan Momen, *The Babi and Baha'i Religions, 1844–1944: Some Contemporary Western Accounts* (Oxford: George Ronald, 1981), p. 182.
84. Aḥmad al-Kātib, *Taṭawwur al-Fikr al-Siyāsī al-Shīʿī min al-Shūrā ilā Wilāyat al-Faqīh* (Beirut: Dār al-Jadīd, 1419 AH/1998 CE), 192–210.
85. William S. Hatcher and J. Douglas Martin, *The Baha'i Faith: The Emerging Global Religion* (San Francisco: Harper & Row, 1984).
86. Jirjis al-Makīn, *Tārīkh al-Muslimīn* (Beirut: Manshūrāt ʿUwaydāt, 1972), 3:418–435.
87. Robin Neillands, *The Dervish Wars: Gordon and the Fall of Khartoum* (London: John Murray, 1996), p. 211.
88. Khalil Ahmad Khalil, *Rashad Khalifa: Misguided Messenger* (Tucson: Islamic Center, 1989), p. 4.
89. Muftī Muḥammad Shafīʿ, *Jawāhir al-Fiqh* (Karachi: Maktabah Dār al-ʿUlūm, 1985), 1:172.
90. *Pakistan Penal Code*, Section 295-C; see also: *Report of the Ministry of Religious Affairs* (Islamabad, 1997).